ایک شکایت کا جواب

خریدار نمبر ۱۴۳۵ تحریر فرماتے ہیں۔

کہ البدر کی خریداری اسلئے تجویز کی تھی۔ کہ اسمیں روزانہ اقوال وافعال وعظ وپند اور جواب معترضین جو ہوں۔ وہ درج ہوتے ہیں۔ مگر اسکو معکوس پایا اگرچہ دوران مقدمہ کا حوالہ دیکر دل شائقان کو مطمئن کیا ہے۔ جو کہ مثل سراب ہے۔ حالانکہ یہ پرچہ مضمون اخبار دنیا سے مستثنے تھا۔ ہم تو تقریر جناب مرزا صاحب کے خواہاں ہیں۔ نیز دیکھا گیا ہے۔ کہ جون کے حالات جولائی میں درج ہوتے ہیں۔

ہمارے مہربان دوست کو واضح ہو۔ کہ اسمیں شک نہیں۔ کہ البدر کے اجرا کی علت غائی یہی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے اقوال اور افعال بڑی بسط سے اس میں درج ہوں۔ اور حتے الوسع یہ اپنے فرض منصبی کو نبھاتا بھی رہا ہے۔ لیکن تاہم بایں وجہ۔ کہ ہر قسم کی اخباری خدمت کا بوجھ صرف ایک شخص پر ہے۔ اور موجودہ اشاعت ابھی تک اس امر کی بھی متحمل نہیں ہوئی۔ کہ کارخانہ کے اخراجات کو ہی برداشت کرے تو زیادہ سٹاف رکھنے کی گنجائش کب ہوسکتی ہے۔ پھر انسانی وجود کو عوارضات وقتی بھی لاحق ہوتے ہیں اور انتظامی امور کے واسطے ہیڈ کوارٹر سے باہر بھی جانا پڑتا ہے۔ اسلئے کلمات طیبات کا ضبط کما حقہٗ اسوقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل سے اسکے متعلق کل ذرائع بہم پہنچا دیوے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ مامور من اللہ اس امر کا ہرگز پابند نہیں ہے۔ کہ صرف اخبار کی خاطر ہر ہفتہ میں چند تقریریں کرے۔ اکثر اوقات دو دو ہفتہ بھی ایسے گزر جاتے ہیں۔ کہ کوئی تقریر نہیں ہوتی۔ اور نہ اسکے لئے کوئی خاص محرک پیدا ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ مامور من اللہ کا ہر ایک فعل اور قول محل اور موقعہ کی پابندی سے اس قابل ضرور ہوتا ہے کہ اسکی اتباع کی جاوے مگر بعض مصالح وضرورت وقت کے لحاظ سے یہ ہرگز ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اوسکی اشاعت بھی اوسی وقت ہو۔ اسی لئے ہر ایک امر کی اشاعت میں بدیں وجہ احتیاط ضروری ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ ہم قائل کے قول کو کسی ایسی طرز میں ادا کر دیں۔ جو اسکے مفہوم اور مراد سے کوسوں دور ہوکر کسی کے ابتلا کا موجب ہو۔ اور اسی لئے ہمکو اس قسم کی ضرورتیں پیش آئی ہیں۔ کہ گاہے گاہے پبلک پر اس حقیقت اور امر واقعی کو ظاہر کر دیں۔ کہ اخبارات کا کسی قسم کا مالی یا تجارتی تعلق مسیح موعود علیہ السلام سے ہرگز نہیں۔ نہ انکے مضامین کی تالیف اور ترتیب میں آپ سے استمزاج یا استصواب کیا جاتا ہے ایک ضرورت حقہ کو محسوس کرکے دینی استفادہ کی تکمیل...... کیلئے یہ اخبار جاری ہے۔ تاکہ مخلوق خدا کو ہمارے ہاتھوں بھی ایک خیر کثیر حاصل ہو۔ ممکن ہے کہ اسکا کوئی حصہ یا کل قبول ہوکر ہماری سعادت ابدی کا موجب بنجاوے ؛

پس ایسی صورتوں میں جبکہ ہمیں علم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طبیعت علیل ہے۔ یا یہ ہفتہ تقریر سے خالی ہے۔ تو ہم یا ذاتی تصنیفات ہی سے ایک حصہ اخبار میں دیتے یا موجودہ تقریر کو مختلف حصص میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ تاکہ اس جزو سے جو اخبار کا روح رواں ہے اخبار محروم نہ رہے اور ایسی ہی صورتوں میں دوسرے مضامین بھی دیکر اخبار کا میٹر پورا کیا جاتا ہے۔

پھر چونکہ اخبار کے جسقدر خریدار ہیں۔ ہر ایک کے تقاضائے اور خواہشیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض احباب کا تو تاریخی مذاق دیکھ کر اور یہ معلوم کرکے کہ انکو واقعات اور تغیرات عالم سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ جسکے لئے دوسرے غیر از جماعت اخبارونکی ضرورت پڑتی ہے ایک حصہ خبرونکا رکھا گیا ہے۔ اور آپ اگر نظر غور سے دیکھیں گے۔ تو اس حصہ کو بھی دین کا ایک جزو پائینگے۔ کاتب کی عدم موجودگی اور کارخانہ کے دیگر حوارج کی وجہ سے ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ بعض اقوال بہت دیر کے بعد بایں ترتیب شائع ہوں۔ امید ہے۔ کہ یہ جواب جناب کو تسلی بخش ہوکر کارخانہ سے ہمدردی اور حسن ظن کے ازدیاد کا موجب ہوگا۔ مزید اطمینان کے لئے ہم جناب کو البدر نمبر ۲۷ اور ۲۸ کے مضامین معزز ناظرین اور تحدیث نعمت صفحہ ۹ کے مطالعہ کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔

نیز ہمارے ناظرین یاد رکھیں۔ کہ ہم اس بات سے ہرگز غافل نہیں۔ کہ ہماری ان خدمات اور ادائیگی حقوق ناظرین کی بازپرسی عند اللہ ہونے والی ہے

(خ - م - خریدار ۲۹۲)

ہم سے شکایت کرتے ہیں۔ کہ ہمارا حساب ۲ ستمبر کو شروع ہوتا ہے۔ اس سے پیشتر وی پی کیوں گیا۔ اور شائد اسی وجہ سے ناراض ہوکر اخبار کو بھی آپ بند کرتے ہیں۔

مکرمی واضح رائے عالی ہو کہ جب چار پانسو آدمی کا حساب ایک کارخانہ میں ہو تو۔ تو اس قسم کی غلطی کا امکان کوئی بڑی بات نہیں۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہمارا ایسی فروگذاشت جو کہ صغائر میں شمار ہوکر قابل عفو ہوسکتی ہے۔ اسقدر ناراضگی کی کیوں موجب ہوئی۔ کہ وی پی واپس کرکے بجائے کارخانہ کی امداد وہمدردی کے الٹا زیر بار نقصان کیا گیا اور اخبار کی خریداری سے بھی دست کشی اختیار کی حساب میں جو غلطی ہو۔ کارخانہ اسکا ذمہ وار ہے اور آئیندہ کیلئے ہم ناظرین سے ملتمس ہیں۔ کہ ان وجوہات پر وہ وی پی واپس نکیا کریں۔ اور نہ ناراض ہوا کریں۔ غلطی کے ثابت ہوجانے پر کارخانہ اسکارڈ کی قیمت بھی دیدیگا۔ جو اسکی اطلاع کیلئے لکھا جاویگا۔ اور یاد رہے۔ کہ یہ ایک دینی خدمت ہے۔ جسکی بجا آوری ہمنے خدا کے فضل سے ہاتھ میں لی ہے۔ اور جو شخص اخبار کو خرید کر کارخانہ کی امداد کرتا ہے۔ اور یہی اسکی نیت ہے وہ بھی اس خدمت کے اجر کا مستحق ہے۔ انسان کی نیت پر جو ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ بعض لوگ اسکی فلاسفی سے لاعلمی کے باعث خیر کثیر سے محروم رہ جاتے ہیں۔

نیز واضح ہو کہ آپ کا حساب آخر اگست سے ہے۔ نہ کہ شروع ستمبر سے۔ ؛

رسید زر لغایت ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء

اگر کسی صاحب کا چندہ رہ گیا ہو تو وہ تاریخ اور مہینہ بتلائے پھر بعد تحقیق درج کردیا جائیگا ؛ غلام مصطفٰے خاں نگیانہ [illegible]

عبدالرحمن صاحب احمدی [illegible] — مولوی کرم داد صاحب دوالمیال [illegible]

اللہ بخش کوہاٹ [illegible] — مولوی قطب الدین صاحب [illegible]

...کیانہ [illegible] - مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ترگڑی [illegible] - میاں عبداللہ جنڈو ساہی [illegible] - محمد دین صاحب چک علی [illegible] - منشی مفضل احمد صاحب جنڈوسی [illegible] - نواب محمد علی خان صاحب رئیس [illegible]

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ

آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ کچھ بطور نصیحت چند الفاظ تمہیں کہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھے۔ اور پھر قرآن کریم پر غور کرے۔ کہ خدا تعالے نے کیا کچھ قرآن کریم میں فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ خدا کا ہو جاوے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے۔ کہ دنیا روزے چند۔ عاقبت با خداوند۔ اب خدا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو شخص خدا کیطرف آنا چاہتا ہے۔ اور فی الواقعہ اس کا دل ایسا نہیں۔ کہ اُس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو۔ تو وہ خدا کے نزدیک قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے جب تک کافی حصہ اپنا اُن کی طلب میں خرچ نہ کر دیں۔ وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہیں۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اُس کی ایک مقدار مقرر کرے۔ اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہیں کھاتا۔ بلکہ تھوڑا حصہ اُس دوائی کا استعمال کرتا ہے تو اس کو کیا فایدہ اس سے ہوگا۔ ایک شخص پیاسا ہے تو ممکن نہیں۔ کہ ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس دور ہو سکے

اسی طرح جو شخص بُھوکا ہے۔ وہ ایک لقمہ سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خدا تعالے یا اُس کے رسول پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہر رسم کیطور پر بیعت کر لینا۔ بالکل بے سود ہے۔ جب تک انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگ جاوے نفس کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ کہ انسان پورے طور پر وہ حصہ لے۔ جو روحانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کہ میں مسلمان ہوں۔ کافی نہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں۔ جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا و ھم لا یفتنون الخ یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم صرف اٰمنا ہی کہکر چھٹکارا پاجاویں گے۔ اور کیا وہ آزمایش میں نہ ڈالے جاویں گے۔ سو اصل مطلب یہ ہے۔ کہ یہ آزمایش اسی لئے ہے۔ کہ خدا تعالے دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ آیا ایمان لانیوالے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔ آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا کی راہ کو اپنے مصالح کے برخلاف پاتے ہیں۔ یا بعض جگہ حکام سے ان کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کے راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خدا کی راہ بہت دشوار گذار ہے۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جب تک انسان خدا کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے۔ تب تک وہ خدا کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک بھی ایک بیوفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا۔ وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے۔ جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھکر خدا کو چھوڑتا ہے۔ بیعت سے مراد خدا تعالے کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم نے اپنی جان آج خدا کے ہاتھ بیچدی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کی راہ میں چلکر انجام کار کوئی شخص نقصان اوٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے۔ جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالے سے اُس نے کیا ہے۔ توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے۔ وہ یاد رکھے۔ کہ بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اُسے نہ چھوڑا سکے گا۔ اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے۔ جو اُس سے دریافت کریگا۔ کہ تو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا۔ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔ کہ خدا جو ملک السموات و الارض ہے۔ اُس پر ایمان لاوے۔ اور سچی توبہ کرے اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ خدا ہی یہ امر دلمیں بٹھاوے۔ تو بیٹھ سکتا ہے۔ سو اس کے لئے دعا بکار ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اُٹھاتا ہے۔ اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دیجاتی ہے۔ مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے کہ جس قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ اگر تم میں جذب محبت خدا کی راہ میں کافی ہو۔ تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھنچے آویں۔ اور کیوں نہ تم میں ایک مقناطیسی طاقت نہ ہو جاوے۔ دیکھو قرآن میں سورۃ یوسف میں آیا ہے۔ "ولقد ھمت بہ و ھم بھا لو لا ان رای برھان ربہ" یعنے جب زلیخا نے یوسف کا قصد کیا۔ یوسف بھی زلیخا کا قصد کرتا۔ اگر ہم حائل نہ ہوتے۔ اب ایک طرف تو یوسف جیسا متقی ہی۔ اور اُس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی زلیخا کیطرف مائل ہو ہی چکا تھا۔ اگر ہم نہ روکتے۔ اس میں سِر یہ ہے کہ انسان میں ایک کشش محبت ہوتی ہے۔ زلیخا کی کشش محبت اس قدر غالب آئی تھی۔ کہ اس کشش نے ایک متقی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ سو جائے شرم ہے کہ ایک عورت میں جذب اور کشش اسقدر ہو۔ کہ اس کا اثر ایک مضبوط دل پر ہو جاوے۔ اور ایک شخص جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس میں جذب محبت الٰہی اسقدر نہ ہو۔ کہ لوگ اس کیطرف کھنچے چلے آویں۔ یہ عذر قابل پذیرائی نہیں۔ کہ زبان میں یا وعظ میں اثر نہیں۔ اصلی نقص قوت جاذبہ میں ہے۔ جب تک وہ کامل نہیں۔ تب تک زبانی خالی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ہمارے مسایل سو وہ بھی بالکل صاف ہیں۔ مثلاً قرآن شریف کی یہ آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الخ اس میں ایک جواب اور ایک سوال ہے۔ خدا تعالے مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا۔ کہ کیا تو نے لوگوں کو ایسی تعلیم دی تھی۔ کہ مجھی اور میری ماں کو معبود بنالینا تو وہ جواب میں عرض کرینگے کہ بارِ خدایا جب تک میں زندہ رہا۔ اور اُن میں رہا۔ میں نے تو ان کو ایسی تعلیم نہیں دی۔ البتہ جب تو نے مجھ کو ماردیا۔ تو پھر تو ہی ان کا نگران حال تھا۔ مجھے کوئی علم نہیں۔ کہ میرے پیچھے انہوں نے کیا کیا۔ یہ کیسی موٹی بات ہے۔ کہ خود مسیح اپنی وفات کا اقرار کرتے ہیں سو وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر عیسائی بگڑے تو میری وفات کے بعد بگڑے۔ جب تک میں ان میں زندہ رہا۔ تب تک وہ صحیح عقیدہ پر قایم تھے۔ اب اگر عیسائی بگڑ گئے ہیں۔ تو بالضرور مسیح مر چکا ہے

٭ یہ تقریر حضرت اقدس نے بمقام گورداسپور ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو بعد از نماز عصر کی تھی۔ تحریک کا باعث چند احباب حیدر آباد دکن کے تھے۔ جنہوں نے اُس دن حضور علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

اور اگر مسیح آج تک نہیں مرا۔ تو عیسائی بھی نہیں بگڑے۔ اور اگر عیسائی نہیں بگڑے۔ تو بالضرور عقیدہ الوہیت مسیح بھی درست ہے۔ پھر مسیح کا یہ کہدینا۔ کہ مجھے تو ان کے بگڑنے کا علم نہیں۔ جیسے کہ اسی آیت سے پایا جاتا ہے۔ کیا یہ جواب ان کا جھوٹا نہیں ہوگا۔ اگر ان کا دوبارہ دنیا میں آنا درست ہے۔ کیونکہ سوال وجواب قیامت کو ہوگا۔ اور اگر انہوں نے دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہنا ہے اور عیسائیوں اور کفار کو قتل کرکے اسلام کو پھیلانا ہے۔ تو بالضرور انہوں نے عیسائیوں کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ لیا ہے۔ اور اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھکر وہ دوبارہ اس دنیا سے تشریف لیجاوینگے۔ تو پھر حضرت مسیح کا یہ جواب دینا خدا کے حضور میں دروغ بیانی ہے۔ کیا وہ احکم الحاکمین نہ کہیگا۔ کہ تو تو دوبارہ دنیا میں گیا۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ کہ میری امت بگڑ چکی تھی۔ ایک مجازی حاکم کے آگے غلط بیانی دروغ حلفی کے جرم کا خطرناک ارتکاب ہے، چہ جائیکہ ایک عالم الغیب حاکم کی جناب میں ایسی دروغ بیانی کیجاوے۔ تو گویا اس آیت نے بڑی صفائی کیساتھ ایک طرف مسیح کی وفات کو ثابت کردیا۔ اور دوسری طرف ان کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا بطلان کردیا۔ اس کے مقابل جب ہم حدیثوں پر غور کرتے ہیں۔ تو وہاں سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرۃ رسالتمآب نے فرمایا۔ اور یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ میں نے حضرۃ مسیح کو حضرۃ یحییٰ کے ساتھ دیکھا۔ حضرۃ یحییٰ کا مرجانا۔ اور ان کا اس جماعت میں داخل ہونا۔ جن کی قبض روح ہوچکی ہے۔ ثابت شدہ امر ہے اب یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ مسیح بلا قبض روح و انتقال کرنے کے ایک ایسے شخص کا جلیس ہو۔ جو دنیا سے مرچکا ہے۔ اب ایک طرف قول خدا اور دوسری طرف رویت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات مسیح۔ اور ان کا دوبارہ دنیا میں واپس نہ آنا قطعی ثابت ہوگیا۔ اب بھی یہ لوگ اگر عقیدہ حیات مسیح سے باز نہ آویں۔ تو یہی سمجھا جاویگا۔ کہ یہی ہدایت اور سعادت صرف خدا کیطرف سے ہے۔ ان کے حال پر تو پھر سعدی کا یہ قول صادق آتا ہے ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی
اینست جوابش۔ کہ جوابش ندہی

رہا یہ کہ آنیوالا کون ہے۔ اس کا فیصلہ بھی قرآن وحدیث نے کردیا ہے۔ سورۃ نور نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اس امت میں سے ہونگے۔ بخاری اور مسلم کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ آنیوالا مسیح اس امت میں سے ہوگا۔ اب ایک طرف قرآن وحدیث بنی اسرائیلی مسیح کی موت اور اس کے دوبارہ نہ آنے کو بیان کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہی قرآن وحدیث آنیوالے مسیح کو اسی امت میں سے ٹھہراتے ہیں۔ تو پھر اب انتظار کس بات کا ہے۔ اب علامات کو بھی دیکھ لیا جاوے۔ صدی کے سر پر مجدد کا آنا سب نے تسلیم کیا ہے۔ اور یہ بھی مانا ہے۔ کہ مسیح بطور مجدد صدی کے سر پر آویگا۔ صدی میں سے بائیس سال گذر گئے۔ اور اس وقت تک مجدد نظر نہ آیا۔ آخر اس صدی کے سر پر جس مجدد نے آنا تھا۔ وہ کہاں ہے۔ مہدی کا نشان کسوف وخسوف تھا۔ جو رمضان میں ہونا تھا۔ اس کسوف وخسوف پر بھی آٹھ سال گذر گئے۔ مہدی نہ آیا۔ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ نشان تو ہوگیا۔ لیکن صاحب نشان بعد میں آوے گا۔ تو یہ عقیدہ بڑا فاسد ہے۔ اور قسم قسم کے فسادات کی بنا ہے۔ اگر ایک زمانہ کے بعد اکٹھے بیس انسان مہدویت کے مدعی ہوجاویں۔ تو پھر ان میں کون فیصلہ کریگا۔ ضرور ہے۔ صاحب نشان نشان کے ساتھ ہو۔ یہ لوگ ممبروں پر چڑھ کر صدی کے سرے کو اور کسوف وخسوف کو یاد کیا کرتے اور روتے تھے۔ لیکن جب وہ وقت آیا تو یہی لوگ دشمن بن گئے۔ حدیث کے مطابق تمام نشان واقعہ ہوگئے۔ لیکن یہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے کسوف وخسوف کا عظیم الشان نشان ظاہر ہوگیا۔ لیکن خدا کے اس نشان کی قدر نہ کیگئی۔ اسی طرح کل انبیاء کی کتب سابقہ اور قرآن وحدیث میں ایک اور بلا کیطرف اشارہ تھا۔ جو کسوف وخسوف کے آسمانی نشان کے بعد آنیوالی تھی۔ اور وہ طاعون ہے جو وہ بھی مسیح کے زمانہ سے وابستہ تھی۔ یہ ایک خطرناک مصیبت ہے۔ جس کی طرف ہر ایک اولوالعزم نبی نے بالتصریح یا بالاجمال اشارہ کیا ہے۔ طاعون آگئی۔ لاکھوں انسان تباہ ہوگئے۔ اور نہ معلوم کب تک اس کی تباہی چلتی رہیگی۔ لیکن جس موعود کے زمانہ کی شناخت کا یہ نشان ہے۔ اسے ابتک ان لوگوں نے نہ پہچانا۔ اسی طرح زمین اور آسمان نے شہادۃ دی۔ لیکن ان شہادتوں کو ردی سمجھا گیا۔ خدا غیور ہے اور وہ اپنی غیرت دکھلائیگا۔ ایک مجازی حاکم عدول حکمی پسند نہیں کرتا۔ تو وہ احکم الحاکمین غیور خدا کب اس عدول حکمی کو بلا سزا چھوڑے گا۔ ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری تھی۔ جس نے اونٹوں کو بیکار کردیا تھا۔ قرآن نے واذا العشار عطلت۔ (جب اونٹنیاں بیکار ہوجاوینگی) کہکر اس زمانہ کا پتہ بتلایا۔ حدیث نے مسیح کے نشان میں یوں کہا۔ لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا۔ حتےٰ کہ اس سرزمین میں بھی جہاں آج تک اونٹنی کی سواری تھی۔ اور بغیر اونٹنیوں کے گذارہ نہ تھا۔ وہاں بھی اس سواری کا انتظام ہوگیا۔ اور چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام ونشان نہیں ملیگا۔ اونٹنیاں بیکار ہوگئیں مقرر کردہ نشان پورے ہوگئے۔ لیکن جس کا یہ نشان تھا۔ وہ پہچانا نہ گیا۔ کیا یہ امور بھی میرے اختیار میں تھے۔ کہ ایک طرف تو میں دعویٰ کروں اور دوسری طرف یہ نشان پورے ہوتے جاویں کیا آسمانی نظام پر بھی میرا دخل ہے۔ جو کسوف اور خسوف موعود کو پیدا کرلیتا۔ یا میرے ہاتھ کوئی ایسے مواد ہیں۔ جن سے زمین پر موعود طاعون پیدا ہوگئی۔ یا حج کا روکنا۔ جو یہ بھی مسیح کا نشان تھا۔ کیا یہ بھی میرے اشارہ سے ہوا۔ اسی طرح بیسیوں نشان زمانہ مسیح کیساتھ وابستہ تھے۔ وہ سب پورے ہوگئے۔ خدا تعالےٰ نے کونسی حجت کو ان پر پورا نہیں کیا۔ لیکن ان کا انکار ابھی اسی طرح ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ زمانہ میں دہریت پھیلی ہوئی ہے۔ جو خفیہ خفیہ سب دلوں پر اثر کررہی ہے۔ خشیت الہی دن بدن مفقود ہورہی ہے۔ کان رکھتے ہیں۔ پر سن نہیں سکتے۔ آنکھیں رکھتے ہیں۔ پر نہیں دیکھتے دل رکھتے ہیں۔ پر نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انکار ہے۔ ورنہ معاملہ تو بہت ہی صاف تھا۔ میری کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ کسقدر اتمام حجت کیگئی ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جواب نہیں خدا نے قوی دلائل سے ان کا رگ وریشہ کاٹ دیا ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے۔

ایک مامور کی شناخت کے تین طریق ہیں۔ نقل عقل۔ تائیدات سماوی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ تینوں امور اس سلسلہ کے موید ہیں۔ دانیال اور دیگر انبیاء نے تو اس کے آنے کا زمانہ مقرر کردیا ہے حتیٰ کہ صدی اور سال بھی مقرر کردیا ہے۔ تمام عیسائیوں میں ایک قسم کی گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ کتب سابقہ کیمطابق مسیح کی آمد کا وقت آچکا ہے۔ اور مسیح ابھی تک آیا نہیں۔ اس لئے بعض علماء اخیر مجبور ہو کر اس طرف گئے ہیں۔ کہ مسیح کی آمد ثانی سے مراد......

مسیح موعودؑ کی عمر پر اعتراض کا جواب

اور

مسٹر محبوب عالم کا قول و فعل

قول اگر آپنے دیکہا ہو۔ تو پیسہ اخبار کا وہ آرٹیکل دیکہا جاوے۔ جو ۹ جولائی کے روزنامہ مین اخبار اور ہمارا طرز عمل کے عنوان سے دیاگیا ہے۔ جسکی نقل ہمنے ۲۴ جون کے البدر مین دی ہے۔ اور اوس اخبار مین ان کے فعل کا نمونہ بھی دکہایا ہے۔ جو کہ قول کے بالکل خلاف ہے۔

پیسہ اخبار کے اس آرٹیکل مین مسٹر محبوب عالم نے اخبار نویسون کو اس سے ملزم کیا تہا۔ کہ ایک خبر کی صحت اور تصدیق مین وہ پورا حق ادا نہین کرتے چنانچہ اس کی تائید مین انہون نے سلف صالحین کے اس طریق تصدیق کو پیش کیا ہے۔ جو ایک مسئلہ اور خبر کی تحقیق کے لئے وہ برتتے تھے۔ اور جب تک پورے طور سے خبر کے راوی کی سچائی اور دیانت وغیرہ کا حال دریافت کر کے اُسے قابل اعتبار نہ سمجہ لیتے۔ تب تک اس کی اشاعت حرام خیال کرتے۔ مسٹر محبوب عالم جیسے ایڈیٹر کی شان کے شایان تو یہ تہا۔ کہ ایک ایسے آرٹیکل کو اپنے قلم سے نکالنے کے بعد وہ اپنا عملی نمونہ اخباری دنیا مین سب سے اول پیش کرتے۔ اور اپنی اخبار مین کسی ایسی خبر کو جو پورے طور پر تصدیق نہ ہوئی ہو۔ درج نہ کرتے۔ لیکن افسوس کہ جس بات کو وہ دوسرون کے لئے چاہتے ہین۔ اپنے نفس کے لئے اُوسے ہرگز پسند نہیں کرتے۔ (اور یہی وہ بات ہے جسے آج کل مسلمانون نے چھوڑ رکہا ہے۔ اور ذلت اور تباہی کے گڑھے مین اوندہے منہہ گر رہے ہین۔ سرور عالم آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مقدس قول ہے۔ کہ کوئی تم مین سے مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ دوسرے کیلئے وہی بات پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے لئے کرتا ہے۔ لیکن آج کل مسلمانون کا عمل درآمد بالکل اس کے خلاف ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا) اور یہی وجہ ہے۔ کہ اُن کو آخر کار بڑی بڑی ندامت کا نشانہ ہونا پڑتا ہے اور پہر اخبار نویس عالم الغیب نہین ہوتے" جیسے آرٹیکل لکہکہ کر دامن ندامت کو دھوتے ہین۔ اور نامہ نگارون کو بدبخت۔ دشمن عقل۔ ظالم۔ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہین۔ بہلا اُن سے کوئی پوچھے۔ کہ اخبار نویسی کی جس طرز کی آپ نے مدح سرائی کی تہی۔ کیا اوس مین تو عالم الغیبی کی بھی کوئی شرط لگائی تھی۔ آپ کو کس نے مجبور کیا ہے۔ کہ جو خبر کسی غیر معتبر۔ بدبخت کیطرف سے آوے۔ تو آپ اس پر ضرور اعتبار کر لین۔ خصوصاً وہ خبرین جو کہ کسی ذیشان کی وفات یا معاملات کے متعلق ہون۔ اور پہر طرّہ یہ ہے۔ کہ جب مولوی محمد عثمان صاحب اور مولوی حسن محمد صاحب کی زندگی مین اُن کے کسی دشمن نے اُن کی وفات کی خبر چھپوا دی ہے تو مسٹر محبوب عالم صاحب اب اُن کو لکہتے ہین۔ کہ ان ہر دو صاحبون کو چاہیئے کہ غلط خبرین چھپوانیوالے کا پتہ لگائیں۔ اور عدالت سے چارہ جوئی کرین۔ نہیں معلوم کہ اُن کو اس سر دردی کی کیا ضرورت ہو۔ غلطی کرین۔ مسٹر کو محبوب عالم۔ اور اُس کا خمیازہ اُٹھاوین۔ مولوی صاحبان کیا نہین کفارہ کا مسئلہ تو ذہن نشین نہیں ہے۔ کہ گناہ کرے۔ تمام جہان۔ اور صلیب پر چڑھین۔ یسوع مسیح کسی نے سچ کہا ہے

آسان نہیں ہے رشتہ الفت کا توڑنا
مشکل ہے بازین کی محبت کا چھوڑنا

تحقیق اور تصدیق کے طریقہ پیش کرنے کے بعد اب یہ عذر کام نہیں آسکتا۔ کہ فلان لنڈن کے اخبار مین بھی۔ ایسی غلطی ہوگئی تھی۔ کیونکہ جب ایک طریق کو تم خود پیش کرتے ہو۔ تو خود اُوس پر عمل درآمد کیون نہیں کرتے۔ پہر ہمین یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ کو معذرت کی ضرورت کیون پیش آئی۔ جس حالت مین خلاف واقعہ۔ اور بلا تحقیق واقعات کو لکھ دینا آپ کے نزدیک جائز ہے۔ تو پہر آنسو پونچھنے سے کیا فائدہ۔ گذشتہ نظیر نہیں۔ ایک تازی نظیر۔ اپنی اس کرتوت کی اور لو۔ کہ آپنے ۳۰ جولائی کے روزنامہ مین حضرۃ مرزا صاحب کے متعلق ایک خبر لکھی ہے۔

"مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۵ سال کی لکہائی ہے حالانکہ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ سطر پندرہ مین لکہتے ہین۔ کہ عبد اللہ آتہم سے مباحثہ اور پیشگوئی کیوقت آپکی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ وہ مباحثہ ۱۸۹۳ء مین ہوا۔ .. .. .. باوجود گذرنے دس سال کے صرف آپ کے سن مین ایک سال کی ترقی ہوئی"

کوٹیشن مین پیسہ اخبار کی عبارت ہے۔ اور جس پر ہمنے خط دیا ہے۔ وہ اصل کتاب کی عبارت قرار دی گئی ہے۔ جسمین عمداً اخفائے حق کو مدنظر رکہا گیا ہے۔ اصل عبارت اعجاز احمدیہ کی جو صفحہ ۳ سطر ۱۵ مین ہے وہ یہ ہے

"اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنے قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو۔ تو اس کی پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکہہ لو۔ کہ کب اور کس عمر مین اُس نے پنشن پائی۔ .. .. .. خدا کی لعنت اُن لوگون پر جو جہوٹ بولتے ہین۔ جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو جو چاہیئے۔ بکے کون اُسے روک سکتا ہے"

اس عبارت سے یہ امر صاف عیان ہے۔ کہ حضرۃ مرزا صاحب نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کیوقت جو آپکی عمر تھی۔ اوس کا مقابلہ عبد اللہ آتہم کی عمر سے کیا ہے۔ اعجاز احمدی دسمبر ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے اور کتاب البریہ صفحہ ۱۴۶ حاشیہ کی سطر ۷ مین آپ تحریر فرماتے ہین۔ کہ اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں۔ کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء مین سکہون کے اخیری وقت مین ہوئی ہے۔ اور مین ۱۸۵۷ء مین سولہ برس یا سترہوین برس مین تہا۔ اب حساب کر لو۔ کہ ۱۹۰۲ء مین آپ کی عمر ۶۴ سال کی ہونی چاہیئے تھی۔ یا کہ نہیں۔ اور عبد اللہ آتہم کی ۶۴ سال کی عمر آپنے انعامی اشتہارات مین لکہی ہے۔ دیکہو اشتہار فتح اسلام ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۴ سطر ۴۔ اگر آتہم صاحب ۶۴ برس کے ہین۔ تو عاجز قریباً ساٹہہ برس کا ہے۔ اشتہار انعامی تین ہزار صفحہ ۳ سطر اگر آپ ۶۴ برس کے ہین۔ تو میری عمر بھی قریباً ساٹھہ کے ہو چکی ہے

ان عبارات مین لفظ قریباً قابل غور ہے۔ پہر اسی اشتہار صفحہ ۲ سطر ۶ مین صاف لکہا ہے۔ حالانکہ انکی عمر کچہہ ایسی بڑی نہیں۔ بلکہ میری سے چند سال ہی زیادہ ہین۔ کیا آپ کو شرم آئی ہوگی؟ کہ جبکہ ۱۸۹۴ء مین تو مرزا صاحب اپنی عمر عبد اللہ آتہم سے کم تلاتے ہین۔ تو ۱۹۰۲ء مین آپ کی عمر عبد اللہ آتہم کے برابر ہونا کوئی خلاف واقعہ امر نہیں ہے۔ بہ نسبت کسی دوسری خبرون کے۔ حضرۃ مرزا صاحب کے متعلق ہر ایک خبر کو تحقیق کرنے کا ایک بڑا معتبر ذریعہ آپ کے پاس خود کارخانہ مین موجود ہے۔ اگر آپ تحقیق کر لیا کرین۔ تو پبلک کو بھی معلوم ہو جایا کرے۔ کہ آپ اپنے مضمون بعنوان "اخبار اور ہمارا طرز عمل"۔ مطبوعہ روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۹ جولائی ۱۹۰۳ء کے کہانتک پابند اور اُسپر عامل ہین۔ ورنہ یہ مثل ضرور صادق آئیگی۔ کہ ہاتھی کے کہانے کے دانت اور ہوتے ہین۔ اور دکہلانے کے اور۔ کیا ایڈیٹر پیسہ اخبار "اخبار اور ہمارا طرز عمل" والے مضمون کو قائم رکہنے کے لئے آیندہ ہر ایک خبر کی تحقیق کر لیا کریگا؟ کاش خدا آپ کو سمجہ دے۔ کہ اُسی ایک خدا کے برگزیدہ

ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھی

گذشتہ اشاعت سے آگے

(۱۴) دجالون ثلثون والی حدیث ٹھیک ہی سہی مگر اے بدنصیب قوم کیا تیری قسمت میں ہمیشہ کے لئے دجال ہی لکھے ہیں۔ کیا کوئی کبھی خدا کا مرسل تمہاری رہبری کے لئے نہیں آئے گا؟ اچھی طرح سوچ اور سمجھ۔ آخر خدا کے آگے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال وعقائد کا جواب دینا ہے یہ دریدہ دہنی وہاں کام نہیں آئے گی۔

(۱۵) بل رفعہ اللہ سے اگر عزت کی موت مراد ہے تو اس سے یہ مطلب تو نہیں کہ صلیب پر قتل ہوئے۔ اس بات کی تو نفی ہے (ما قتلوہ یقینا) اور بل رفعہ اللہ سے اس امر کا اثبات مطلوب ہے کہ وہ کامیابی کے ساتھ اپنی طبعی عمر کو پہنچکر ۱۲۰ سال میں فوت ہوئے اور یہ وفات کوئی معمولی وفات نہیں تھی بلکہ کامیابی کے ساتھ تھی۔ اسلئے بطور نعمت یاد دلائی گئی۔

(۱۶) ما قتلوہ یقینا سے جس حیات کا ثبوت ملتا ہے اسکے ہم قائل ہیں۔ ہم تو حیات ابدی (جسکے آپ لوگ قائل ہیں) کے منکر ہیں۔ وہ ما قتلوہ کا نتیجہ نہیں بلکہ شرک نجس ہے۔ جس سے بچنا شیوہ مسلمانی ہے۔ اور بل رفعہ اللہ میں موت کا مفہوم داخل ہے۔ اماتہ اللہ اسلئے نہیں کہ اس سے معمولی موت ثابت ہوتی تھی۔ حالانکہ ان کا مرنا کوئی معمولی مرنا نہ تھا بلکہ پوری پوری کامیابی اور اپنے اہم فرض نبوت کی ادائیگی کے بعد تھا جس سے یہود ما نع آتے تھے۔ وہ لعنتی تو اسے ملعون بنانا چاہتے تھے مگر خدا نے انہیں (عیسٰی مسیح کو) عزت کے ساتھ دنیا سے اٹھایا۔ عدم قتل سے موت کی بالکل نفی تو ثابت نہیں ہوتی۔ کہ اب عیسٰی نے مرنا ہی نہیں۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ صلیب پر نہیں مرے۔ نہ یہ کہ بعد میں کسی اور عارضہ سے بھی نہیں مرے۔ رفعہ اللہ کے لانے میں جو خوبیاں تھیں وہ ہم بیان کر چکے۔ جب رفعہ اللہ الیہ سے موت ثابت ہو سکتی ہے تو کیا ضرورت تھی بل توفاہ ورفعہ اللہ سے بے جا کلام کو طول دینے کی۔ اور اگر رفعہ اللہ سے موت ثابت نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں اس سے زندہ ہونا بھی تو ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ الی اللہ معہ جسم عنصری محال ہے۔ کیونکہ خدا کسی خاص جگہ میں بقید جسم نہیں اور متوفیک ورافعک میں رافعک حشو نہیں ٹھہرتا۔ اسکے لانیکی وجہ یہ ہے کہ متوفیک عام ہے اسکے روحکے رفع کا ثبوت نہیں ملتا۔ کہ ضرور یہی علیین کی طرف گیا حالانکہ اسی رفعت کے بارے میں یہود کا اعتراض تھا۔ موت کے بعد بعض کی روح آسمان کیطرف نہیں جاتی۔ حضرت مرزا صاحب اور انکے متبعین تو بار بار پکار پکار کر سنا رہے ہیں کہ موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی مگر معلوم نہیں کہ آپ کس خیال سے انہیں یہود کا ہم خیال ٹھہراتے ہیں اور لکھتے ہیں "مرزا جی یہود کے حامی ہیں"

(۱۶) خاتم النبیین کے یہی معنے ہیں کہ انپر نبوت کے کمالات ختم ہو چکے۔ اب اسکے بعد کوئی نیا دین نہیں۔ یہی شریعت۔ یہی کتاب تا روز قیامت رہیگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ جبھی فرمایا عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی من بعدہ۔ اگر کہیں کہ لا نبی بعدی آیا تو ہم اس سے نبی تشریعی مراد لینگے کیونکہ لا نبی بعدی فرمانے والے نے ہی یہ فرمایا کہ آخری زمانے میں عیسٰی نبی اللہ آئینگے۔

(۱۷) اگر عربی عبارات میں صرفی نحوی غلطیوں کا امکان تسلیم کیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرۃ مسیح موعود ؑ کے الہامات غلط ہوتے ہیں۔ کل کتابوں کی عبارت کے ہر ایک فقرہ کی نسبت الہامی ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ ہاں جن کتابوں کے مقابل کتابیں لکھنے کیلئے تحدی کیگئی ہے انکی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔ دیکھیئے احمد حسن شوکت بھی باوجود دعوےٰ مجدد السنہ مشرقیہ کے کسی عربی کتاب کا جواب نہیں لکھ سکا اور نہ انشاء اللہ مثل بنانے پر قادر ہوگا۔

(۱۸) مجسم شئے کے آسمان سے نازل ہونیکے ثبوت میں ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء پیش کرنا بیموقعہ ہے کیونکہ یہ آسمان سے اترنا ایسا ہی ہے جیسے چارپائے۔ پتھر۔ وغیرہ ہر ایک چیز کے آسمان سے اترنے کا بیان ہے۔

(۱۹) گورنمنٹ کی تعریف میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف اظہار حق ہے اور اگر تعظیمی الفاظ ہیں تو وہ بھی قرآن کریم کے احکام کے مطابق۔ یہ چاپلوسی نہیں بلکہ بادشاہ وقت کی اطاعت جو سب مسلمانوں پر فرض ہے جسکے دل میں باغیانہ خیال ہوں انہی کو اپنے شہنشاہ کی مدح اور رعایا پروری بری معلوم ہوتی ہے۔ یہ امر کسر الصلیب کے مخالف نہیں۔ نہ صلیب پرستی پر دال ہے۔ حضرت صلیب کا دارومدار موت مسیح پر تھا جو ثابت ہو چکی۔ بس اب کسر صلیب میں کیا شک رہ گیا۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو کوتاہ نظروں کے لئے اگر اس حقیقت کا انکشاف بعد از وفات سیدنا المسیح الموعود ہو تو یہ امر منافی رسالت و امامت آنحضرت نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلعم کی تمکین دین اور بعض فتوحات موعودہ خلفاء ہی کے عہد میں ہوئی تھیں نہ خود جناب رسالت مآب کے دست مبارک پر۔ باقی رہی یہ بات کہ بھلا ایک سؤر کو مار تو دکھائیں" اور جنگل میں شکار کھیلنے جائیں" سو حضرت اس قسم کا شوروں کو مارنے والا مہدی یا مسیح آپ ہی کو مبارک ہو۔ (احمدی گجراتی)

حمد

بر نظم حضرت اقدس مسیح موعود ومہدئی معہود علیہ السلام

از خاکسار محمد عبد الغنی صفدر امرتسری احمدی۔

جب سے بیڑا طلب حق کا اٹھایا ہم نے
عقل کو صرف کیا۔ جاں کو کھپایا ہم نے
جسقدر زور لگانا تھا لگایا ہم نے
(ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نپایا ہم نے)

جب کہ تحقیق وتقابل کیطرف ہم آئے
اپنے قول اہل مذاہب نے ہمیں سمجھائے
نقص ہی نقص سب ادیان وملل میں پائے
(کوئی مذہب نہیں ایسا جو نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمد ہی سے کھایا ہم نے)

بات ہم بغض وحسد سے نہیں کرتے اصلا
ہم نے انصاف سے ہر دین کو دیکھا بھالا
ایک اسلام ہی ظلمت سے مبرا پایا
(اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے)

جسقدر عالم وفاضل ہیں یہاں دانشمند
پھر طعنوں سے جو پہنچاتے ہیں ہر وقت گزند
ان میں اک شخص بھی اصلا نہیں انصاف پسند
(آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند گو
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے)

باقی دارد

میرزا حیرت کے حیرت انگیز مضامین کی حقیقت

نمبر ۱۱

چونکہ کرزن گزٹ کے دو نمبرون یعنی مورخہ ۱۵ جولائی اور یکم اگست مین حیرت صاحب نے اُس مسلسل مضمون کے علاوہ جو انہون نے جاری کیا ہوا ہے۔ دو اور جگہ بھی ہماری مشن کے متعلق ریمارکس کئے ہین۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم بھی اس نمبر مین ان دونون مقامات کی بابت اظہار رائے کر دین۔ اور پھر اس کے بعد پھر اپنے اُسے قدیمی سلسلہ کو جاری کرین۔ تاکہ یہ دو مقامات بغیر توجہ کئے نظر انداز نہ ہو جاوین ؛

پہلا موقعہ ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء کے اخبار مین صفحہ ۷ کالم ۳ پر حیرت صاحب نے ایک مراسلت چھاپی ہے۔ جس کے کاتب کوئی محمد احسن صاحب ہین۔ مراسلت سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کس جگہ سے بھیجی گئی ہے۔ اور اس کا مضمون یہ ہے۔ ”میرے ہان چند اشخاص مسمی کلو و شیخ جو کھو و غیرہ ایک مدت دراز سے مرزا کے معتقد اور جان نثار تھے۔ .. .. وہ سب ایک روز مولانا ابو المحمود مولوی محمد حامد علی نعمانی ظہور آبادی غازی پوری کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ بمقدمہ مذہب مرزائی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ کہ آیا یہ مذہب حق ہے۔ یا باطل۔ تو فوراً مولانا نے فرمایا۔ کہ باطل ہے۔ اور اس کا باطل ہونا قرآن و حدیث سے ثابت بھی کر دیا۔ اور فرمایا۔ جو شخص اُسے اختیار کریگا۔ جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔ الغرض مولانا کے پند و نصائح سے نیز مولانا مرزا حیرت صاحب کے سلسلہ مضمون نمبر الغایت نمبر ۹ نے ان کو سچے مذہب کا گرویدہ بنا دیا۔ اور وہ مرزائی مذہب سے تائب ہو گئے۔ اول تو اس مراسلت سے کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیا یہ فرضی نام مین یا اصلی ہین۔ اور وہ کون سے اشکال پیش آئے ؛ کہ ایک گروہ کثیر کے تائب ہونے کا ذکر کیا گیا۔ لیکن نہیں لکھا گیا۔ کہ یہ واقعہ کس جگہ کا ہے۔ اس کا ٹھیک پتہ نشان کچھ ہے بھی یا ان واقعات کا ٹھکانہ عدم آباد ہے۔ اس لیے اس مراسلت کیطرف توجہ کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن محض حیرت صاحب کے خاطر اگر فرضاً یہ واقعہ صحیح بھی سمجھا جاوے۔ تو اس حالت مین چند ریمارکس اس پر کر دینے ضروری معلوم ہوئے۔

حیرت صاحب ایسی باتون کا نہ ہم پر کچھ اثر ہی اور نہ ہمارا کچھ بگڑ سکتا ہے۔ اگر فرضاً چند آدمیون کا حشر ایسا ہو بھی گیا۔ تو تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ بہت معمولی باتیں ہین۔ جنکی طرف تمکو توجہ بھی نہ کرنی ٹو چاہیئے تھی۔ اور تم ایسا ہی کرتے۔ اگر تمہارا حافظہ اچھا ہوتا۔ اور تمنے ان تعلقات پر کبھی غور کیا ہوتا۔ جو مولی کریم کا مصلحان قوم کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن تم تو صرف نقال ہو۔ جو واقعہ کہین سے ملے۔ اس کو موقعہ پر نقل کر لیا۔ اور بس۔ اگر تم کو ہماری بات کا یقین نہ آوے۔ تو دیکھو اور غور سے دیکھو۔ معمولی طور پر نہیں۔ بلکہ آنکھین کھولکر دیکھو۔ اور سیرت محمدیہ کا صفحہ ۲۵۵ بہت غور سے پڑھو۔ جہان تمنے میور کے ایک اعتراض کا اپنے وہم مین جواب دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ ”یکایک یہودیون کا ایمان نہ لانا۔ یا ایمان لاکر پھر جانا یہ اُنکی صدیون کی شقاوت تھی۔ جو ان کے دلون پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جس نے اپنا اثر ان کے خون مین کر لیا تھا۔ .. .. .. الخ۔“ سو اب حیرت صاحب اسے اپنے منطق کیموافق آپ ہماری طرف سے بھی جواب سمجھ لیوین۔ کیونکہ زمانہ موجودہ کی صدیون کی شقاوت کے تم خود قائل ہو۔ جس کا ذکر تم اسی نمبر مین کسی جگہ پڑھو گے۔ اور اس صدیون کی شقاوت کا جو اثر مسلمانون پر پڑا ہے۔ اُس کا خاکہ تمنے مفصلہ ذیل پیٹنٹ الفاظ مین کھینچا ہے۔ ”ہند کے مسلمانون نے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے۔ کہ وہ مٹ کے رہینگے۔ اور جو شخص ان کے مٹنے سے بچانے کی کوشش کرے وہ مجنون ہے“۔ دیکھو گزٹ مورخہ یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء صفحہ ۱ کالم ۲

پس اب اس مذکورہ بالا بیان کے بعد ایک حرف بھی کہنے کی ضرورت نہین ہے۔ اگر وہ واقعہ جو مراسلت مین لکھا گیا ہے۔ بفرض محال درست بھی ہو تو یہ بہت معمولی بات ہے۔ اور اس قسم کی نظیرین ہمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بہت ملتی ہین۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ منافق کس کثرت سے تھے۔ انہون نے کیا کیا غضب ڈھایا تھا۔ خود تمہاری ہی تصانیف بھی اُسکی شاہد ہین پس احمدی جماعت کے لئے اس قسم کے واقعات بالکل معمولی بلکہ وہی ہین۔ جنکی ایک وجہ یہ مفصلہ ذیل ٹو حدیث بھی ہے۔ جو ہدیہ مہدویہ کے صفحہ ۱۱۳ سے نقل کیجاتی ہے ؛

اخرج نعیم بن حماد عن محمد ابن الحنفیۃ قال کنا عند علی فسالہ رجل عن المھدی فقال یصہات ثم عقد بیدہ سبعا۔ فقال ذالک یخرج فی اخر الزمان۔ اذا قیل للرجل اللہ اللہ قتل فیجمع اللہ لہ قوما قزعا کقزع السحاب یولف بین قلوبھم لا یستوحشون علی احد ولا یفرحون باحد دخل فیھم علی عدۃ اصحاب بدر لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم الاخرون وعلی عدۃ اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النھر ؛ **ترجمہ** ۔ نعیم بن حماد نے حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اُن سے مہدی کی نسبت سوال کیا۔ تو انہون نے کہا۔ کہ ابھی دور کی بات ہے۔ پھر ہاتھ سے نو کی صورت بنائی۔ اور کہا۔ کہ وہ آخری زمانہ مین خروج کریگا۔ جبکہ آدمی کو کہا جائیگا۔ کہ اللہ سے ڈرو اور جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو اس کے پاس اللہ تعالی ایک ایسی جماعت جمع کرے گا۔ جو ابر بہار کی طرح آنسو بہایا کریگی اور ان کے دلون مین اُلفت ہوگی۔ اور نہ وہ کسی کو کے جانے پر وحشت کرین گے۔ اور نہ کسی کو کے آنے پر اترائین گے۔ اور ان کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کے برابر ہوگی۔ نہ پہلے لوگ اُن سے ٹو سبقت لے گئے ہون گے۔ اور نہ پچھلے لوگ آنیوالے اُن کے مرتبہ کو پہنچین گے۔ اور وہ اصحاب طالوت کے برابر ہون گے۔ جو ان کے ہمراہ نہر سے پار اُترے تھے“ ؛

دیکھا حیرت صاحب جبکہ احمدی جماعت کی یہی ٹو تعریف ٹھیری۔ کہ نہ کسی کے چلے جانے پر متوحش ہون گے۔ اور نہ داخل ہونے پر خوشی سے چندان اترائین گے۔ تو تمہاری ایسی فضول باتین بالکل بے سود ہین ؛

دوسرا موقعہ کرزن گزٹ مورخہ یکم اگست سنہ ۱۹۰۴ء اس مین حیرت صاحب نے سنہ ۱۸۹۱ء مین حضرت اقدس کی ملاقات کے متعلق کچھ حالات لکھے ہین۔ مین اس جگہ تفصیل سے بحث نہیں کرونگا بلکہ اصل مضمون مین جو حیرت صاحب نے نکتہ چینیان کی ہین۔ ان کا جواب دیتے وقت سنہ ۱۸۹۱ء والے واقعات پر بحث کرون گا۔ فی الحال صرف دو باتون کا اظہار کرنا چاہتا ہون۔ کہ جس جگہ سے حیرت صاحب نے یہ لفظ ظفا نہ حرکتون والا لیکر [illegible] بحث کیا ہے۔ ایسی جگہ اور بہت سی باتیں لکھی تھین۔ اور چند

سوالات بھی کیے گئے تھے ۔ جن کا اول جواب دینا تو حیرت صاحب کے لئے ضروری تھا ۔ لیکن اُن کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ سو مشفق من شرمندگی کی اس میں کیا بات ہے جبکہ تمکو پے درپے الہام ربانی سے ایک بات معلوم ہوئی تھی ۔ اور تم مدعی بنے تھے ۔ تو ایمانداری کی تو بات یہ ہے کہ یا تو ان کا اقرار کر لو ۔ کہ وہ شیطانی وسوسہ تھا ۔ جو یہ ان وجوہات سے دل میں پیدا ہو گیا تھا ۔ ورنہ ان سوالات کا جو ۸ ۔ ۱۷ جون کے البدر میں کئے گئے ہیں ۔ معقول جواب دو ۔

دوسری بات جس کا اس وقت میں ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ حیرت صاحب نے اپنی عادت کے موافق ان واقعات کو بہت ہی چبا چبا کر لکھا ہے ۔ اور بہت حالات خلاف واقعہ ہیں ۔ جن پر عنقریب وہ تفصیل سے بحث البدر کے کالموں میں پڑھیں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ فی الحال وہ ہم کو یہ بتا دیویں ۔ کہ اس موقعہ پر جب تم حضرت اقدس سے ملنے آئے تھے ۔ آیا تم نے یہ ظاہر کیا تھا ۔ یا نہیں ۔ کہ تمہارے یہ اظہار اپنے کیوا سطے میں گورنمنٹ کیطرف سے آیا ہوں ۔ اگر یہ ظاہر نہیں کیا تھا ۔ تو کیا اس قسم کے سوالات جو تم نے اب چھاپے ہیں ۔ کرنے کے تم مجاز تھے ۔ یا نہیں تھے اور آیا تم اس انکار کی بابت کہ تمنے گورنمنٹ کے متعلق اشارہ نہیں کیا تھا ۔ حلف اٹھا سکتے ہو ۔

دوم آیا تمہاری ان بے عنوانیوں کی بابت تمہاری حقیقی والدہ صاحبہ نے تم کو کچھ سرزنش کی تھی یا نہیں ۔ جس کی اس وقت تم نے کن الفاظ میں معافی مانگی تھی ۔ اور تمنے ان کی ارشاد پر کس قدر سعادت مندی دکھائی ۔

آیا تم اپنے اس وقت کے مسیحت کے دعوے کے اظہار سے بوجہ پے درپے الہام ربانی سے اختیار کیا تھا ۔ کسی الہام کی بنا پر دست کش ہوئے تھے یا تمہارے الہام ربانی تمہاری والدہ صاحبہ کے منہ کی پھوکوں سے اُڑ گئے تھے ۔

فی الحال اسیقدر دریافت کر لینا کافی ہے ۔ اس کا جواب مل جانے پر جب ہم اس معاملہ پر بحث کرینگے تو بہت سے واقعات کا اظہار ان شاء اللہ تعالےٰ اس زمانہ کے اخبارات کے بعض مضامین کے حوالہ سے بیان کر دینگے

(راقم ۔ احمد ...)

(دیار زندہ صحبت باقی)

باقی آئندہ

عالم اخبار

—— کیا شافعی فرقہ مسلمان نہیں ؟ ۔ ۹ اگست ۱۹۰۴ء کے روزانہ میں مسٹر محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ایک خبر شایع کی ہے ۔ جس کا عنوان " نو مسلم " ہے اور لکھا ہے ۔ کہ بروز جمعہ شاہی مسجد لاہور میں ۲ کس مسلمان ہوئے ۔ تین بدو شافعی مذہب رکھتے تھے ۔ حنفی مذہب میں داخل ہوئے ۔ ایک ہندو مرد ایک ہندو عورت ۔ اور ایک خاکروب ۔ اس مضمون سے ظاہر ہے ۔ کہ شافعی مذہب کے لوگ مسٹر محبوب عالم کے نزدیک مسلمانوں میں داخل نہیں ہیں ۔ اور وہ صرف حنفی مذہب کے لوگوں کو مسلمان خیال کرتے ہیں ۔ خاک ایسی سمجھ پر ۔

—— امریکہ میں علم سائنس کے ایک ماہر نے تحقیقات کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے ۔ کہ علی الصباح سوتے سے اٹھنے سے انسان پاگل ہو جاتا ہے

—— مسجد ۔ روزانہ پیسہ اخبار اللوا کے حوالہ سے لکھتا ہے ۔ کہ لنڈن میں پہلے سے بہت مسجدیں موجود ہیں ۔ اور مسلمانوں کی بھی کثیر تعداد ہے ۔ لیکن حال میں معزز لوگوں نے ارادہ کیا ہے ۔ کہ ایک عالی شان مسجد بنوائی جاوے ۔ جس کی بنیاد بھی چندہ کر کے ڈالدی گئی ہے ۔ قاہرہ میں جو اعلےٰ سے اعلیٰ مسجد ہے ۔ یہ اسکی نقل ہوگی ۔ باہر سے اس کا رنگ سبز اور اندر سے چمکدار ہوگا ۔ اور اس قدر وسیع ہوگی ۔ کہ تین ہزار آدمی آرام سے نماز پڑھ لیں ۔ لیکن اگر ایسے مسلمان ایڈیٹر ایک لاکھ بھی انگلینڈ میں آباد ہوں ۔ جو مسجد کے بننے پر تو خوش ہوں ۔ لیکن نماز کے نزدیک تک نہ جاویں ۔ تو ان کو ایسی مسجد سے کیا فایدہ ۔

—— لاہور کی اسسٹنٹ سرجن کلاس میں پچیس ۲۵ طالب علموں میں سے اکیس طالب علم پاس ہوئے ۔ ایک کا نتیجہ زیر تجویز ہے ۔

—— عیسائیوں کے گھر کا کھانا جایز ہے ۔ کہ نہیں یہ ایک استفسار پیسہ اخبار نے چودھویں صدی سے نقل کیا ہے ۔ اور اس پر آپ ہی مفتی بن کر رائے زنی کی ہے ۔ شریعت اسلام میں دینی امور کی نسبت اُسی شخص کی رائے تسلیم کیجاتی ہے ۔ جو کہ ارکان اسلام کا پابند اور متقی شخص ہو ۔ ہم نہیں سمجھ سکتے ۔ کہ اس قسم کی شرائط کو مد نظر رکھکر اخباری ایڈیٹروں اور مصنوعی لیڈروں کو کہاں تک فتووں میں دخل اندازی کا حق ہے ۔

پبلک کی آگاہی کے لئے ہم زمانہ کے امام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب اور خلیفہ کا فتویٰ کا خلاصہ درج کرتے ہیں ۔ جو کہ ابھی تھوڑے دن ہوئے البدر میں شایع ہو چکا ہے ۔ کہ اسوقت کے اہل نصاریٰ نے دینی تعظیم اور حدود کو بالکل فرو گذاشت کر دیا ہے ۔ اور حلت اور حرمت میں کوئی تمیز یہ لوگ نہیں کرتے ۔ اس لئے شبہ ہے ۔ کہ ان کے کھانوں میں سور کی چربی ہو یا مردار وغیرہ کی آمیزش ہو ۔ اور اسی لئے اُنکے کھانے کا استعمال اہل اسلام کو جائز نہیں اور قرآن شریف میں اہل کتاب کا لفظ کثرت سے اہل یہود پر استعمال کیا گیا ہے ۔ اور در اصل صاحب کتاب بھی یہودی ہی تھے ۔ جو کہ شریعت کے وارث تھے ۔ انجیل کوئی شریعت نہیں لائی ۔ اس لئے بھی اہل کتاب سے یہودی ہی مراد ہیں ۔ اور اُن کے ذبح وغیرہ اور طعام اہل اسلام کے لئے حلال ہیں ۔ اور یوں بھی دیکھا ہے کہ یہود لوگ کھانوں اور ذبیحوں میں مذہبی شعار اور حدود کے بڑے پابند ہیں ۔

—— سلطان المعظم یعنے سلطان روم کی منجھلی شاہزادی نعیمہ سلطانہ کے خاوند کمال الدین بادشاہ جو کہ غازی عثمان کے منجھلے بیٹے ہیں ۔ ملک و ملت کی بد خواہ جماعت میں جو ترکی ینگ پارٹی کے نام سے مشہور ہے ۔ شامل ہو کر ملک سے بھاگ گئے ۔ اور ملک اور سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں ہیں ۔ شاہزادی صاحبہ نے اس مجہولانہ حرکت سے بیزار ہو کر فسخ نکاح کرا لیا ہے ۔ (نیر آصفی)

—— جاپانی فوج لیاؤ یانگ اور موگڈین کو (دار السلطنت منگولیا) پر یکبارگی حملہ کرنیوالی ہے ۔

—— دو لاکھ جاپانی فوج پورٹ آرتھر کی تسخیر کے درپے ہے ۔

—— ۳ اگست کو برٹش فوج لاسہ دار السلطنت تبت میں داخل ہوئی ۔ لاسہ ۱۵ میل اندر چلا گیا ہے ۔ ۲ سال تک کسی سے نہ ملیگا ۔ اور کسی فوج کو شہر لاسہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ۔

لکنت کا علاج

ایک شخص نے اپنے حالات بذریعہ خط کے حکیم نور الدین صاحب کو اس طرح سے لکھے ۔ وہ ایک لکنت والے اوستاد سے عربی پڑھا کرتا تھا ۔ اوستاد سے لکنت کرتے ہوئے یکایک زبان بھی لکنت کرنے لگی ۔ حتےٰ کہ اسے یہ مرض ہو گیا ۔ بعد ازاں یہاں تک ترقی کی ۔ کہ اس نے بولنا ترک کر دیا ۔ بہت علاج کئے مگر فائدہ نہ ہوا ۔ حکیم صاحب کے اسے جو علاج لکھا ۔ وہ یہ ہے

علاج ۔ خدا تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیئے وہ لکنت کو بھی دور کر سکتا ہے ۔ مغز بادام مقشر اور مصری کو صبح کھایا کرے اور ایک ...